ڈاکٹر سید زاہد واسطی

زکوٰۃ — قرآن مجید کی روشنی میں

"زکوٰۃ" عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں برکت، طہارت، پاکیزگی اور نشو ونما۔ یہ مستعمل ہے مال و دولت کے اس حصے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قرآن مجید اور حدیث پاک کے اصول پر خرچ کیا جائے۔ یہ تمام مال کا تزکیہ کرتا ہے۔ یعنی تمام مال کو پاک کرتا اور اس کو بڑھاتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ معنی کے لحاظ سے صدقہ میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اسلام جائز ذرائع سے دولت کمانے کی پوری اجازت دیتا ہے، مگر ساتھ ساتھ یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو مال تم کو عطا کرتا ہے، اس میں محتاجوں، ناداروں کو بھی اپنا حصہ دار بناؤ۔ قرآن میں زکوٰۃ کا لفظ تقریباً بائیس مرتبہ استعمال ہوا ہے اور عموماً نماز کے ساتھ ہوا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجیے تو پتہ چلتا ہے کہ عباداتِ الٰہی میں اس کا مقام نماز کے ساتھ ساتھ ہے یا نماز سے ذرا سے بعد میں ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں اعمال کے بعد جہاں ایمان صالحہ کا ذکر آتا ہے، بالعموم صرف دو اعمال کا ذکر آتا ہے۔ ایک نماز کا دوسرے زکوٰۃ کا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج (البقرہ : ۲۷۷)

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے صالح اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔

حالانکہ ایک مومن کے لیے اور بھی اچھے اعمال و اخلاق ہیں جن کا وجود معیاری متقی بننے کے لیے ضروری ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن ان دو کا نام اس انداز سے کیوں لیتا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کو دین میں وہ اہم مقام حاصل ہے کہ جس شخص نے ان پر مکمل طور پر عمل کیا

گویا پورے دین پر عمل کرنے کی راہیں استوار کریں اور عملی شہادت مہیا کر دی۔ دین کی بنیاد حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قائم ہے۔ نماز حقوق اللہ میں بنیادی ستون ہے اور زکوٰۃ حقوق العباد میں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ (البینہ : ۵)

اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کے لیے اس کو خالص کر کے۔ بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔

نیز فرمایا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ (المزمل)

پس جتنا قرآن بآسانی پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ (الاعراف: ۱۵۶)

میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔

سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ سے نقشہ کچھ بدل جاتا ہے۔ یہاں صرف زکوٰۃ پر زور دیا گیا ہے اور صریح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت کے صرف وہ لوگ مستحق ہوں گے جو زکوٰۃ دیں گے۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے زکوٰۃ دینا بہت مشکل ہے جبھی فرمایا گیا کہ مستحق رحمت صرف وہی ہوں گے جو راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ ذرا غور کریں تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کو پانچ وقت نماز پڑھ لینا نسبتاً آسان کام ہے۔ مگر دنیا کے دکھاوے کو اپنے مال، مویشی غلہ، پھل، طلائی و نقرئی زیورات کا چالیسواں حصہ راہ خدا میں نکال کر بانٹ دینا معمولی کام نہیں۔ زکوٰۃ تزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ مالی جہاد بھی ہے۔ غور کیجیے کسی شخص کو اپنی کمائی سے اچھا خاصہ حصہ نکال کر

اللہ کی خاطر دے دینا جس کا بادی النظر میں اسے کوئی مفاد نظر نہ آئے، کس قدر مشکل کام ہے۔ فرمایا:

مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بارے میں کبھی شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

اسلام کے نزدیک زکوٰۃ کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ وہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرکوں سے چنداں مختلف خیال نہیں کرتا۔

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ (حٰم السجدۃ: ۶)

افسوس ہے ان مشرکوں پر جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت سے انکار کرتے ہیں۔

نیز فرمایا:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝ (توبہ: ۳۴، ۳۳)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔ قیامت کے دن یہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کے ماتھے، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا، یہ ہے تمھارا اندوختہ۔ پس اب اپنے جمع کردہ مال کا مزہ چکھو۔

زکوٰۃ کی اس اہمیت کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ قرآن بار بار تلقین کرتا ہے کہ دین اور ایمان میں قوت اسی وقت آسکتی ہے جب اللہ کی محبت ہر دوسری محبت پر غالب اور آخرت کی طلب دوسری طلب پر مقدم ہو جائے۔ نماز اگر انسان کو خدا اور آخرت کی طرف لے جاتی ہے تو زکوٰۃ اسے دنیا کی طرف لڑھک جانے سے روکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کی طرف بڑھنے کے لیے اس سے بہتر زخت سفر اور کوئی نہیں ہے۔

خداوند بزرگ و بالا نے خود ہی ایک آیت میں واضح کر دیا:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ

وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ (توبہ : ۱۸)

اللہ کی عبادت گاہوں کے آباد کرنے والے تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت کو مانیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں۔ انہی سے یہ توقع ہے کہ یہ سیدھی راہ پر چلیں گے۔

آپ نے دیکھا ظاہری سجادہ نشینی، مجاوری، بڑے بڑے جبے، قبائیں اور دراز گیسو، یہ تقدس و بعض مذہبی اعمال کی بجا آوری اللہ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے۔ اصل ایمان راہِ خدا میں قربانی ہے، اپنے نفس کی، اپنے مال کی۔ چاہے وہ بزرگ زادہ یا پیرزادہ کی اولاد سے ہی کیوں نہ ہوں، کسی مرتبے کے مستحق نہیں، جب تک تزکیہ نفس و مال نہ کریں اور جب یہ کرنے لگیں گے تو ان کی مال و متاع سے محبت ختم ہو جائے گی اور منعم حقیقی کے بتلائے ہوئے رزق حلال کی طرف منعطف ہو جائیں گے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ (توبہ ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔

یہ واقعات ہجرت سے قبل کے تھے۔ جب تک مکہ میں اسلام کی دعوت دی جاتی رہی، خطاب بیشتر مشرکین سے تھا، جن کے لیے اسلام ایک غیر مانوس آواز تھی۔ اب ہجرت کے بعد سابقہ مدینہ والوں سے پڑا۔ یہاں زیادہ تر یہودی آباد تھے۔ یہ لوگ اجتماعی یا انفرادی نماز یا عبادت سے غافل اور بے بہرہ تھے۔ زکوٰۃ دینے کے بجائے ملک میں سود کا دور دورہ تھا تو یہ آیت نازل ہوئی :

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (البقرۃ ۴۳)

نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ جھک جاؤ۔

نیز فرمایا : وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ

اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (البقرة: ۸۳)

(یاد کرو) - اسرائیل کی اولاد جس سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔ ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنا - لوگوں سے بھلی بات کرنا - نماز قائم کرنا - زکوٰۃ دینا - مگر چھوڑ دیا ان وعدوں کو ما سوائے چند آدمیوں کے -

ہجرت کے بعد مدینہ میں یہودی موشگافیاں کرتے، طرح طرح کے سوالات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بوچھاڑ کرتے۔ مسلمانوں کو کہتے اپنے نبی سے یہ پوچھو، وہ پوچھو - کیونکہ وہ سود لیتے تھے اور کمائی سے ڈھائی فیصد دینے کو بطور زکوٰۃ تیار نہ تھے - تو یہ آیت اُتری: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ: ۱۱۰)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو - تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے - جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کی نظر میں ہے -

سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ -

نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے اور رسول کے اطاعت گزار ہیں - امید ہے ان پر اللہ رحم کرے گا۔

سورۃ النور میں ہے:

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۠ - (النور: ۳۷)

ان میں سے ایسے لوگ ہیں جو صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں، جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی ہے

پھر فرمانِ خداوندی ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ

مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ٥ (الروم: ۳۹)

جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے۔ اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی کے لیے دیتے ہو، اس کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔

سورۂ توبہ میں ہے کہ زکوٰۃ صرف فقیروں، محتاجوں، محصلین زکوٰۃ اور مؤلفۃ القلوب کے لیے ہے۔ اور گردنوں کے آزاد کرنے میں اور قرض داروں میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کو دی جائے، یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

فقیر، نادار، وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال تو ہو مگر اس کی ضروریات کے لیے کافی نہ ہو، تنگ دستی سے گزر بسر کرتا ہو۔ کسی کے سامنے سے دست طلب دراز نہ کرتا ہو۔

مسکین یا محتاج۔ یہ بہت ہی تباہ حال مستحقین اشخاص ہیں، جن کے پاس اپنے تن کی ضروریات پورا کرنے کے لیے بھی کچھ نہ ہو۔ یا جو کمانے کی سعی کرنے کے باوجود بغیر روزگار کے رہتے ہیں اور پیٹ بھر کر روٹی نہ کھاتے ہوں۔

زکوٰۃ کے عامل، وہ شخص ہیں جنھیں حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کرے اور ان کو زکوٰۃ ہی کی مد سے تنخواہ دی جائے۔

فی سبیل اللہ۔ یہ لفظ تمام تر نیک کاموں کے لیے مستعمل ہے مگر خصوصی طور پر مراد دین حق کا علم بلند کرنے کی جدوجہد میں مالی اعانت کرنا ہے۔

تالیفِ قلب سے مراد غیر مسلموں کے دلوں کو روپیہ خرچ کر کے اسلام کی طرف مائل کرنا ہے۔ گویا زکوٰۃ کا روپیہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر صرف ہو سکتا ہے۔ گردن چھڑانے سے مراد غلاموں کو آزاد کرانا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا روپیہ قرض داروں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ روپیہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر صرف کیا جا سکتا ہے۔ خواہ تلوار سے جہاد کر رہے ہوں یا زبان سے اور یا قلم سے۔ اس اعتبار سے زکوٰۃ کا مال ان واعظوں اور مبلغوں کو دیا جا سکتا ہے جو تبلیغ دین کے لیے زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اگر کوئی مسافر سفر کے دوران نادار

یا محتاج ہو جائے تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکلیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے اور جہاں فرداً فرداً حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہے، وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور اور بیمار حصے تباہ ہونے سے بچ جاتے ہیں بلکہ اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے۔ بلکہ غربت افلاس اور امارت میں حسد و نفرت کے بجائے محبت اور شکرگزاری کے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور وہ طبقاتی کشمکش کبھی رونما نہیں ہوتی، جو فقر و فاقہ کی وجہ سے عام طور پر رونما ہوتی ہے۔ اس توضیح سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ دینے کی استطاعت رکھتا ہے، وہ کسی صورت میں زکوٰۃ لینے کا حقدار نہیں۔

زکوٰۃ کا ایک خاص مقصد دین کی حفاظت کرنا اور غیر فطری مساوات ختم کرنا ہے معیشت کو برقرار رکھنا اور ذخیرہ اندوزی کو روکنا ہے۔ قرآن کریم میں اہلِ ایمان سے جگہ جگہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں، اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ جہاں اہلِ ایمان کی بنیادی صفات بیان کی جاتی ہیں، وہاں ان کو اپنے مال میں سے جہاد فی سبیل اللہ پر خرچ کرنے کی بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ ایک جگہ قرآنِ پاک میں حکم آیا ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور ہاتھ روک کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے مالی انفاق سے جی چرانا ہلاکت کو مول لینا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

زکوٰۃ کی اسلامی دستور اور جنگی قانون میں بڑی اہمیت ہے۔ اس کو قرآنِ حکیم میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

یہ زکوٰۃ کی اہمیت ہے کہ جو گروہ اس کی ادائیگی سے انکار کرے اس سے جنگ کی جا سکتی ہے۔ ایک

آیت ملاحظہ ہو :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝ (الحجرات : ۶)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانستہ نقصان پہنچاؤ اور پھر اپنے کیے پر پریشان ہو۔

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنی المصطلق جب مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بھیجا کہ ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ یہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو کسی وجہ سے ڈر گئے اور اہل قبیلہ سے ملے بغیر مدینہ واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضورؐ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور آپؐ نے دستہ روانہ کر دیا (اور بعض بیان کرتے ہیں کہ آپ روانہ کرنے والے تھے)۔ بہرحال سب اس بات پر متفق ہیں کہ بنی المصطلق قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار (ام المومنین حضرت جویریہؓ کے والد) اس دوران میں خود جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی۔ خدا کی قسم ہم نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں، کجا زکوٰۃ کا انکار۔ ہم ایمان پر قائم ہیں اور ادائے زکوٰۃ سے ہرگز انکار نہیں کرتے ہیں۔ معمولی سے اختلاف کے ساتھ یہ واقعہ امام احمد، ابن ابی لیلیٰ، یزید بن رومان، ضحاک اور مقاتل بن حیان نے نقل کیا ہے حضرت ام سلمہ کی روایت میں یہ واقعہ اسی طرح بیان ہوا ہے۔ ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ارتداد کا سیلاب آگیا، جنوبی عرب کے نومسلم مرتد ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "خدا کی قسم اگر وہ زکوٰۃ کے سلسلے میں اونٹوں کو باندھنے کی رسی بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا"۔ ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسے موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ اجتماعی طور پر زکوٰۃ وصول کرنے کا کس درجہ اہتمام فرماتے تھے۔

مشرکین کے لیے واضح الفاظ میں ہے کہ صرف توبہ پر اکتفا نہ کریں۔ وہ نماز و زکوٰۃ کے بغیر محض توبہ سے دینی بھائی نہیں بن جاتے۔ سیاق و سباق سے خود نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت کا علم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد قرآن مجید میں صاف درج ہے کہ اگر عہد کرنے کے بعد پھر اپنے عہد کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر حملہ کریں تو جنگ کرو۔ کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ان کو صرف اس صورت میں چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ کفر و شرک سے توبہ کر کے اقامت نماز اور ایتائے زکوٰۃ پر پابند ہو جائیں۔

ابان بن ابی عیاش نے حسن بصری سے، آپ نے انس بن مالک سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ گیہوں، جو، مکی، کھجور، کشمش جب پانچ دستی سے کم پیدا ہو اس پر صدقہ نہیں ہے۔ نہ ہی پانچ اوقیہ چاندی اور پانچ اونٹوں پر واجب ہے۔

یحییٰ بن الوانیس نے ابو زبیر سے، آپ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو پیداوار پانچ دستی[1] سے کم ہو اس میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک معتبر یہی قول ہے۔ (کتاب الخراج — از ابو یوسف)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمین سے جو کچھ بھی پیدا ہو اس میں عشر واجب ہے بشرطیکہ یہ پیداوار عشری زمین میں ہو اور اسے بہتے ہوئے پانی سے سینچا جائے۔ جو اجناس پھل ذخیرہ کیے جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ لازم ہے۔

بہر حال زکوٰۃ اخلاقی بلندی کے ساتھ دنیوی زندگی میں اصلاح اور اس کو صحیح خطوط پر چلانے کی بھی ضامن ہے۔ معیشت کے بحران میں زکوٰۃ بڑی مفید و معاون ہے۔ سرمایہ داری اور قوت صرفہ میں عدم توازن کا بہترین حل نظام زکوٰۃ ہے۔ یہی ایک ایسا آلہ ہے جو کہ پورے نظام معیشت کو صحت مند اور انسانیت کی بنیادوں پر قائم کرتی ہے۔ معیشت کا بنیادی مسئلہ ہمارے ہاں ذخیرہ اندوزی ہے۔ زکوٰۃ اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے بھی ضروری ہے اور بہترین نظریاتی معاشرہ قائم کرنے میں معاون و مددگار ہے۔

[1] ایک دستی برابر ہوتا ہے دو سو دس سیر یعنی سوا پانچ من کے۔ بعض نے کہا ہے کہ دستی ایک اونٹ کے بار کو بتایا گیا ہے۔